(غلام گردش)

ڈونلڈ ٹرمپ جیت سکتا ہے!

ایک برس پہلے، امریکی صدر، اوبامہ سے سوال کیا گیا۔ ایسا سوال جو آج بھی تمام سنجیدہ لوگوں کے ذہن میں موجود ہے۔ کیا ڈونلڈ ٹرمپ صدر بن سکتا ہے۔ کیا وہ واشنگٹن میں موجود قصرِ صدارت تک پہنچ سکتا ہے۔ اوبامہ کا جواب انتہائی برجستہ اور صاف تھا۔ کبھی بھی نہیں۔ یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ٹرمپ جیسا انسان امریکی صدر بن سکتا ہے۔ اخباری نمائندے نے اس سے آگے کوئی سوال نہیں کیا۔ کیونکہ اسکا بھی یہی خیال تھا۔ وہ کیا، ایک سال پہلے اَسی فیصد آدمیوں کا یہی جواب تھا۔ آج سے ٹھیک تین دن پہلے، صدر اوبامہ سے یہی سوال دوبارہ پوچھا گیا۔ وہی اخباری نمائندہ اور وہی ماحول۔ اس بار جواب پہلے سے بالکل اُلٹ تھا۔ ہاں، وہ جیت سکتا ہے مگر یہ بہت بڑی بدقسمتی ہوگی۔

ہمارے ملک میں کیونکہ غیر جانبدار تحقیق کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہذا دنیا میں تبدیلی کی طاقت رکھنے والے امریکی الیکشن پر سوچنے کا عمل بہت کم ہے۔ تقریباً نہ ہونے کے برابر۔ سنجیدہ موضوعات پر لکھنے والے لوگ بھی آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ ہمارے مسائل اور سوچنے کا عمل پوری دنیا سے مختلف بلکہ کئی لحاظ سے متضاد بھی ہے۔ نتیجہ یہی ہے کہ امریکی الیکشن جیسے اہم ترین موضوع کو کم از کم ہمارے معاشرہ میں مجموعی طور پر غیر اہم سا سمجھا جا رہا ہے۔ کوئی تھنک ٹینک (Think Tank) یا آزاد ادارہ موجود نہیں جو لوگوں کے شعور کو اس سطح پر لے آئے، جہاں وہ آنے والے بین الاقوامی واقعات کو غیر جانبداری سے پرکھ سکیں۔ دس ماہ قبل آسٹن میں تھا۔ یہ ٹیکسس (Texas) ریاست کا دارالحکومت ہے۔ شام کے پانچ بجے ہوٹل کی لابی میں ایک دوست کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ٹی وی پر ریپبلیکن پارٹی کے دس بارہ امیدوار ایک مباحثے میں شریک تھے۔ ابھی تک کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ پارٹی کا صدارتی امیدوار کون ہوگا۔ ڈونلڈ ٹرمپ مباحثہ میں سوال کرنے والی خاتون سے اُلجھ پڑا۔ یہ خاتون امریکہ کی صفِ اول کی اینکر تھی۔ ٹرمپ نے اس بیبا کی اور غیر سنجیدگی سے خاتون کو لتاڑا، کہ اینکر تقریباً سکتہ میں چلی گئی۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ اسکی حیثیت کو کوئی سیاستدان اتنا مبہم بنا دیگا۔ پورے امریکہ میں شور مچ گیا۔ ٹرمپ پر زور ڈالا گیا کہ امریکی میڈیا بہت طاقتور ہے لہذا معافی مانگ لے۔ ٹرمپ نے معافی مانگنے سے انکار کر دیا۔ ٹی وی پر آکر کہا کہ خاتون سے کوئی بدتمیزی نہیں کی بلکہ اینکر نے اس لہجہ میں سوال پوچھا، جو انتہائی غیر مہذب تھا۔ پروگرام دیکھنے والے بیشتر لوگوں کا خیال تھا کہ ٹرمپ اپنی سیاسی قبر کھود رہا ہے اور اسکا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ مگر دس ماہ میں ہر چیز تبدیل ہو چکی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نہ صرف صدارتی امیدوار ہے بلکہ انتہائی مضبوط امیدوار کی حیثیت سے ابھرا ہے۔

یہ سب کچھ کیسے ہوا بلکہ یہ انہونی کیسے ہوگئی۔ تحقیق کی عینک سے دیکھنا اَشد ضروری ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کیلئے ٹرمپ ایک مشکل انسان ہے۔ ٹرمپ کے چند بیانات قطعی طور پر بے موقعہ اور کثافت سے بھرپور تھے۔ چند ماہ پہلے ٹرمپ نے اعلان کر دیا کہ امریکہ میں کسی مسلمان کو داخل نہیں ہونے دیگا۔ بیان کی بازگشت تمام اسلامی ممالک میں سنائی دی گئی اور امریکہ میں بھی اسکا بہت منفی اثر ہوا۔ امریکہ میں تمام سیاسی حلقوں نے بیان کو انتہائی ادنیٰ قرار دیا اور اسے دستور کے مخالف بتایا گیا۔ شدید ردِ عمل کے بعد ٹرمپ نے

اپنا بیان بدل لیا اور کہنے لگا کہ یہ صرف ایک تجویز تھی اور اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں آیا۔ کہنے لگا کہ اعلان صرف اور صرف مختصر عرصے کیلئے مسلمانوں پر پابندی لگانے کا تھا۔ مگر یہ بیان دراصل امریکہ میں متوسط اور غریب سفید فام گورے کے دل کو لگا۔ وجہ بالکل صاف تھی۔ تمام غیر ملکی افراد جن میں مسلمان بھی شامل ہیں، امریکہ میں ہر طرح کی ملازمت کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مقامی سفید فام مروجہ قانون کے تحت احتجاج تو نہیں کر سکتے مگر دل میں پھانس ضرور رہتی ہے کہ انکا جائز حق مارا جا رہا ہے۔ تمام ملازمتیں جن پر انکا حق ہے، تارکین وطن کے قبضے میں چلی جاتی ہیں۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو اس لمحہ کوئی بھی بھانپ نہیں پایا۔ ڈونلڈ ٹرمپ اور اسکی میڈیا ٹیم بھی نہیں۔ متنازعہ بیان آہستہ آہستہ امریکہ کی بے روزگار اور سفید پوش گوروں کی توجہ کا مرکز بننے لگا۔ ٹرمپ سے پہلے کوئی بھی اس طرح بات کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ چند ہفتے کی میڈیا مہم کے بعد ٹرمپ نے ایک اور ترپ کا پتہ کھیلا۔ اعلان کر دیا کہ اگر وہ صدر بنا، تو امریکہ کو اصل طور پر طاقتور بنائیگا اور کھویا ہوا مقام واپس لے کر آئیگا۔ امریکہ عظیم سے عظیم تر ہو جائیگا۔ یہ بات بھی عام امریکی کے ذہن کو بہتر لگی کہ امریکہ دوبارہ شان و شوکت کا محور بن جائیگا۔ بات بحث طلب ہے کیونکہ امریکہ ابھی تک کسی تنزلی کا شکار نہیں۔ مگر یہ جذباتی نعرہ عام ووٹر کیلئے بہت دلکش ہے۔ وطن پرستی سے بھرپور اور لوگوں کے جذبات کی ترجمانی سے معمور۔ آہستہ آہستہ عام امریکی نے ٹرمپ کے بیانات کو سنجیدگی سے لینا شروع کر دیا۔ ٹرمپ اصل میں سفید فام لوگوں کے غریب ترین طبقہ کی بات کر رہا تھا۔ اس نے کسی بین الاقوامی مسئلہ پر مدلل بات کرنے کی بجائے اندرونی معاملات پر بھرپور نکتہ نظر پیش کر ڈالا۔ ہلیری کلنٹن اور اسکی ٹیم جب ٹرمپ کی حکمت عملی سمجھے، اس وقت کافی دیر ہو چکی تھی۔

امریکہ میں میڈیا کو غیر معمولی اہمیت ہے۔ ٹی وی چینل امریکہ اور ملک سے باہر بھی بین الاقوامی اثر رکھتے ہیں۔ سی۔این۔این اور فوکس نیوز ہر انسان کے ذہن پر مثبت یا منفی تاثر چھوڑتے ہیں۔ صدارتی مہم میں ٹی وی چینلز کا کام انتہائی کلیدی ہے۔ ٹرمپ نے میڈیا کو ایک انوکھے طریقے سے زیر کیا۔ کہتا ہے کہ میڈیا کو میری ضرورت ہے۔ مجھے میڈیا کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے تو اپنے چینل ہیں۔ میڈیا کی میرے جیسے شخص کے سامنے وہ اہمیت نہیں جو کسی دوسرے امیدوار کیلئے ہو سکتی ہے۔ ٹرمپ کی یہ ترکیب بھی کارگر رہی۔ میڈیا اسکی مرچ مصالحے سے بھرپور باتوں سے مستفید ہوتا رہتا ہے۔ ٹرمپ میڈیا کو اپنی شرائط پر کھلا رہا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جتنے متنازعہ بیانات جاری کرتا ہے، اتنا ہی میڈیا اسکا محتاج ہوتا جا رہا ہے۔ معاملہ بالکل اور بالکل تجارتی ہے۔ ایک سنجیدہ اور ڈھیلی ڈھالی گفتگو میڈیا پر کسی توجہ کی حامل نہیں ہوتی۔ شعلہ بیانی اور تیکھے بیانات امریکی میڈیا کی کمزوری ہے۔ یہ کمزوری پوری دنیا کے میڈیا کی ہے۔ ہمارا ملک بھی اس سے استثناء نہیں۔ امریکی میڈیا مکمل طور پر کمرشل ہے۔ حصول صرف پیسہ، پیسہ اور پیسہ۔ میڈیا کا جارحانہ استعمال ٹرمپ کی بہتر ہوتی ہوئی پوزیشن کی بڑی وجہ ہے۔

جوہری طور پر ملاحظہ کیجئے کہ ٹرمپ کہہ کیا رہا ہے۔ اسکی تقاریر کا بغور مطالعہ کیجئے۔ ہلیری کلنٹن کو نا کام سٹیٹس کو (Status Quo) کی علامت قرار دے رہا ہے۔ کہتا ہے کہ کلنٹن کو ادراک ہی نہیں کہ ملکی مسائل کس پیچیدہ طرز کے ہیں۔ حل کرنا تو خیر اسکی استطاعت سے بالکل باہر ہے۔ ٹرمپ نے ڈیموکریٹ پارٹی کنونشن سے پہلے ایک حیرت انگیز حرکت کی۔ ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی کی

خدمات لیں۔ چار لاکھ ڈالر ادا کیے۔ کام صرف یہ تھا کہ ہیلری کلنٹن کی نامزدگی کے مخالف مسٹر سینڈرز کے حامیوں کو انٹرنیٹ کے استعمال کے ذریعے تلاش کرے۔ تحقیق کرے کہ سینڈرز کے حامی افراد انٹرنیٹ پر کلنٹن کے خلاف کیا رجحان رکھتے ہیں۔ جیسے ہی اعلان ہو کہ سینڈرز کو صدارتی امیدوار نہیں بنایا جا رہا۔ کمپنی ان تمام آدمیوں کے موبائل فون پر براہ راست پیغام دے کہ انکے امیدوار کو ہیلری نے اپنے کرپٹ ٹولے کی وجہ سے نامزد نہیں ہونے دیا۔ اب انکا امیدوار تو رہا نہیں، لہذا ہیلری کو ووٹ دینے کا مطلب ہوگا کہ کرپشن کو ترغیب دی جائے اور امریکہ کو مزید کمزور کیا جائے۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ پیغام کنونشن میں شامل لوگوں کیلئے انتہائی اہم ہوگیا۔ اکثریت کا خیال تھا کہ انکا امیدوار، ہیلری سے بہت بہتر تھا۔ اس جذبہ کو ٹرمپ نے کیش کروالیا۔ جب ہیلری سٹیج پر نمودار ہوئی اور صدارتی امیدوار ہونے کا اعلان کیا گیا، تو سینڈرز کے حامیوں نے اسے سرعام بہت بُرا بھلا کہا۔ کئی لوگوں نے اسے وعدہ خلاف اور جھوٹا تک قرار دیدیا۔ بالکل اسی طرح، ٹرمپ کی ٹیم نے تجزیہ کیا کہ تقریباً آٹھ کروڑ سفید فام ایسے ہیں جو اپنے گھر میں الیکشن والے دن صرف اور صرف ٹی وی دیکھتے ہیں۔ ووٹ ڈالنے آتے ہی نہیں۔ ان میں سے اکثریت محنت کشوں کی ہوتی ہے۔ ٹرمپ نے فیصلہ کیا کہ انکو اپنے بیانات سے اتنا مشتعل کردیگا کہ وہ اپنے صوفوں سے اُٹھ کر پولنگ بوتھ تک چلے جائینگے۔ ٹرمپ کے بقول، انکے ٹی وی میں گھس جائیگا اور انکو گھروں سے باہر لانے میں کامیاب ہوجائیگا۔ ٹرمپ کہتا ہے کہ ملکی سالمیت اور وقار کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس وقت امریکہ میں اسلحہ کے ناجائز استعمال اور چند سفاک واقعات پر بہت بحث ہو رہی ہے۔ ہیلری کے بقول، لوگوں کے پاس آتش اسلحہ کم سے کم ہونا چاہیے کیونکہ ناجائز استعمال سے درجنوں انسانی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ ٹرمپ کو معلوم تھا کہ امریکہ میں اکثر لوگ اپنے گھروں میں اسلحہ رکھنا پسند کرتے ہیں۔ لہذا اس نے عجیب سا اعلان کرڈالا۔ اسکے حوالے سے عام امریکی کو بہت زیادہ اسلحہ رکھنا چاہیے تاکہ مزید محفوظ ہوجائے۔ اس بیان سے ٹرمپ نے ان تمام لوگوں کی ہمدردی حاصل کرلی جو اسلحہ کو حفاظت کی ضمانت سمجھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح، اس نے اعلان کردیا کہ وہ ایک کامیاب تاجر ہے اور لاکھوں لوگوں کو روزگار مہیا کیا ہے۔ روزگار فراہم کرنے میں اسکا کامیاب تجربہ ہے۔ مگر ہیلری کو اس کا بالکل ادراک نہیں ہے۔

مختلف تجزیاتی پولز کے حوالے سے ٹرمپ روز بروز سیاسی طور پر طاقتور ہو رہا ہے۔ ہیلری کے کیمپ کو اسکا بخوبی اندازہ ہے۔ ہر سطح پر ٹرمپ کی حکمتِ عملی کو ناکام بنانے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ موجودہ امریکی صدر بھی کھل کر ہیلری کی مہم چلا رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں ٹرمپ کی بڑھتی ہوئی سیاسی قوت کا ادراک ہے۔ ریاستوں کا طرز عمل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ 30 جولائی کے الیکشن پول کے حوالے سے دونوں امیدوار برابر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی جیت سکتا ہے۔ آج سے چند ماہ پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ڈونلڈ ٹرمپ اتنے قد کاٹھ کا ہوجائیگا کہ امریکی سیاست کے بزرجمہروں کو چاروں شانے چت کرڈالے گا۔ آج سے سو دن کے بعد 8 نومبر کو الیکشن ہوگا، اسکا نتیجہ کیا نکلے گا، قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مگر ایک بات طے ہے کہ ہیلری کلنٹن کو اب انتہائی مضبوط امیدوار کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ امریکی الیکشن کے نتائج لوگوں کو حیرت زدہ بھی کرسکتے ہیں۔ کسی غیر متوقع نتیجہ کے حوالے سے ہماری ملکی سمت کیا ہوگی۔ ہمارے اوپر اسکے اثرات کس طرح کے ہونگے۔ کیا ہمیں اسکا ادراک ہے۔ میرا خیال ہے کہ شائد ابھی تک نہیں۔ ہم تو اس

وقت سیکولر اور مذہبی تفریق کی پہچان اور کھوج میں مصروف ہیں۔اور نا کامی کسے کہتے ہیں!

راؤ منظر حیات

Dated: 31 July 2016